جرم توہینِ رسالت...... چند پہلو

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

[توہینِ رسالت کا جرم کرنے والی آسیہ نام کی ایک عیسائی عورت کو دفعہ C-295 کے تحت ننکانہ کی ڈسٹرکٹ اور سیشن عدالت نے 8 نومبر 2010 کو سزائے موت سنائی ہے۔ یہ قانون شروع ہی سے مغربی قوتوں کی نظر میں کانٹا بن کر کھٹک رہا ہے، وطن عزیز میں بھی ان کفریہ قوتوں کے آلۂ کار اسے ختم کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً آواز اٹھاتے رہتے ہیں۔ مجرمہ آسیہ کی سزا معاف کرانے کے لیے گورنر پنجاب سلمان تاثیر حرکت میں آگیا ہے، وہ اور اس کے ہم نوا، مجرمہ آسیہ کی سزا ہی کو نہیں بل کہ اس قانون کے خاتمہ کے لیے تگ ودو میں مشغول ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے اس مضمون اس موضوع کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ادارہ]

(۱)......آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اللہ جل شانہ نے وہ تمام انسانی بلند اوصاف و اخلاق جمع فرمادی تھی ں پر "شرف انسانی" کی بنیاد قائم ہے اور جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم نے ﴿وإنك لعلى خلقٍ عظيم﴾ کے بلیغ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں، ایک مسلمان کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، آپ کی سنت و رت اور زندگی گزارنے کی ایک ایک ادا، اس طرح قابل تقلید اور محبوب ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی طرف اس کا اسلام ایمان نگاہ اٹھانے کی اجازت نہیں دے سکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کے لئے عقیدتوں اور محبتوں کا چشمہ خیر ہیں ان ہی کے نام سے اس کی آبرو قائم ہے، وہ بجا طور پر یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ "آبرو ما ز نام مصطفیٰ است"...... اس کی عقیدت اور عقیدے کا معیار یہ ہوتا ہے کہ:

محمد عربی کی آبروئے ہر دوسرا است کسے کہ خاک درش نیست خاک برسراو

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور کی سیرت، کسی خاص ملت کا نہیں بلکہ وہ سرمایہ انسانیت ہے، خود غیر مسلم مورخین

نے جگہ جگہ اس کا اعتراف واقرار کیا ہے، ان مورخین اور مصنفین کی ایک طویل فہرست ہے، یہاں صرف مشہور فرانسیسی مورخ ''لامارتاں'' کی تحریر کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے، وہ اپنی مشہور کتاب ''تاریخ ترکیہ'' میں لکھتا ہے:

''دنیا میں کسی انسان نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نصب العین سے بلند نصب العین اپنے سامنے نہیں رکھا۔ یہ عظیم الشان نصب العین کیا تھا، خدا اور بندے کے درمیان توہمات کے پردے اٹھا دینا، خدا کو انسان کے قلب میں رچا دینا، انسان کو خدائی صفات کے رنگ میں رنگ دینا اور صدہا باطل خداؤں کی بجائے خدا کا منزہ اور مقدس تصور پیش کرنا۔ آج تک کبھی کسی انسان نے اتنے بڑے کام کا بیڑا نہیں اٹھایا، جس کے وسائل اور ذرائع اس قدر محدود ہوں اور مقصد اتنا دشوار اور اس کی قدرت سے باہر ہو...... نصب العین کی بلندی، وسائل کی کمی اور پھر نتائج ایسے درخشاں حاصل کرنا، اگر یہ کسی انسان کی غیر معمولی قابلیت کا معیار نہیں تو کون ہے، جو اس میدان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کسی دوسرے انسان کو پیش کرنے کی جرات کرسکتا ہے؟ دنیا کے اور بڑے بڑے انسانوں نے صرف اسلحہ، قانون یا سلطنتیں پیدا کیں، وہ زیادہ سے زیادہ مادی قوتوں کی تخلیق کرسکے جو اکثر اوقات خود ان کی آنکھوں کے سامنے راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ گئیں۔ لیکن اس انسان نے صرف جیوش وعساکر، مجالس قانون ساز، وسیع سلطنتوں، قوموں اور خاندانوں کو ہی حرکت نہیں دی بلکہ ان کروڑوں انسانوں کے قلوب کو بھی، جو اس زمانہ کی آباد دنیا کے ایک تہائی حصہ میں بستے ہیں، اور اس سے بھی زیادہ اس شخصیت نے قربان گاہوں، دیوتاؤں، مذاہب ومناسک، تصورات اور معتقدات بلکہ روحوں تک کو ہلا دیا...... اس نے ایسی قومیت کی بنیاد رکھی، جس نے دنیا کی مختلف نسلوں اور زبانوں کے امتزاج سے ایک امت واحدہ پیدا کردی۔ یہ لافانی امت اور باطل خداؤں سے سرکشی اور تنفر اور ایک خدائے واحد کے لئے والہانہ عشق...... اس نے تمام باطل خداؤں کی عبادت گاہوں کو ڈھا دیا اور ایک تہائی دنیا میں آگ لگادی...... ''اس کی پاک زندگی، اس کی توہم پرستی کے خلاف جنگ، مکی دور میں طرح طرح کے مصائب کا حیرت انگیز استقلال اور صبر سے مقابلہ کرنا، پھر اس کی ہجرت اور دعوتِ رشد وہدایت، خدا کی راہ میں غیر منقطع جہاد، اپنے مقصد کی کامیابی پر یقین محکم اور نامساعد حالات میں اس کی مافوق البشر جمعیت خاطر، فتح وکامرانی میں تحمل وعفو، کسی سلطنت سازی کے لئے نہیں، بلکہ خالص خدائی مقاصد کی کامیابی کے واسطے۔ اس کی شبانہ روز نمازیں، دعائیں، اپنے معبود سے راز ونیاز کی باتیں، اس کی حیات، اس کی رحلت اور بعد وفات اس کی مقبولیت یہ تمام حقائق کس قسم کی سیرت کی گواہی دیتے ہیں۔ عظیم مفکر، بلند پایہ خطیب، پیغامبر، مقنن، سپہ سالار، نہ صرف اجسام بلکہ اذہان وقلوب پر غلبہ پانے والا، صحیح نظریہ حیات کو علی وجہ البصیرت قائم کرنے والا، بہت سی سلطنتیں اور ان سب پر آسمانی بادشاہی کا بانی...... یہ ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم...... ان تمام معیاروں کو اپنے ساتھ لاؤ، جس سے انسان کی عظمت اور بلندی کو ناپا اور پرکھا جاسکتا ہے، اس کے بعد بتاؤ کہ کیا دنیا میں اس سے بزرگ تر اور کوئی انسان کبھی ہوا ہے؟'' (تاریخ ترکیہ: ۱/۲۷۶)

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی مسلمان کی عقیدت ومحبت، بے حقیقت جذباتی نظریہ کی بنیاد پر نہیں، بلکہ یہ اس کے ایمان کا جز اور اس کے دین کا حصہ ہے، حضور ہی اس کی محبتوں کا محور اور اس کی تمناؤں کی آماج گاہ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اتباع اس کے سعی وعمل کے لئے نمونۂ بہشت ہے اور اسی میں اس کی ابدی سعادت کا راز مضمر ہے، قرآن کریم نے جگہ جگہ اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے، ارشاد ہے:

﴿قل إن كان آباؤكم وأبناؤكم وإخوانكم وأزواجكم وعشيرتكم وأموال اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومساكن ترضونها أحب إليكم من الله و رسوله وجهاد في سبيله فتربّصوا حتى يأتي الله بأمره والله لايهدي القوم الفاسقين﴾

"آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے بیٹھ جانے کا تم کو اندیشہ ہو، اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو، اگر تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (سزا دینے کے لئے) اپنا حکم بھیج دے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (التوبۃ:۲۴)

ایک اور آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیتے ہوئے کہا گیا ہے:

﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا واتقوا الله إن الله شديد العقاب﴾ "اور رسول جو کچھ تمہیں دے دیا کریں وہ لے لیا کرو، اور جس سے وہ تمہیں روک دیں، رک جایا کرو۔ اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سخت سزا دینے میں بڑا سخت ہے۔" (الحشر:۷)

ایک دوسری آیت میں اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے، سر تسلیم خم کرنے کو مؤمنین کا شیوہ بتلاتے ہوئے کہا گیا:

﴿إنما كان قول المومنين إذا دعوا إلى الله و رسوله ليحكم بينهم أن يقولوا سمعنا وأطعنا﴾ "ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب وہ بلائے جاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ (رسول) ان کے درمیان فیصلہ کردیں تو وہ (ایمان والے) کہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا۔" (النور:۵۱)

ایک اور جگہ وضاحت کردی ہے کہ اللہ اور رسول کے فیصلے اور حکم آنے کے بعد کسی مؤمن مرد، عورت کے شایانِ شان نہیں کہ وہ اس کے برعکس من مانی کریں، ایسی صورت میں سوائے تعمیل حکم کے اس کے لئے کسی اور راہ کو اختیار کرنے کی گنجائش نہیں، ارشاد ہے:

﴿وما كان لمؤمن ولامؤمنة إذا قضى الله و رسوله أمرا أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص

اللہ ورسولہ فقد ضل ضللا مبینا﴾ ''اور کسی مومن مرد یا مومن عورت کے لئے یہ درست نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا حکم دے دیں تو پھر ان کو اپنے (اس) امر میں کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، وہ صریح گمراہی میں جا پڑے گا۔'' (الاحزاب:۳۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث امام بخاری اور امام مسلم نے نقل فرمائی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لایؤمن أحد کم حتی أکون أحب إلیه من والده وولده والناس أجمعین".

''تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک اس کو مجھ سے اپنے ماں باپ، اولاد اور باقی سب لوگوں سے بڑھ کر محبت نہ ہو۔'' (صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم:۱۴، صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم:۱۷۷)

(۲)......**عہد نبوی کے واقعات:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بعض بدبختوں کی طرف سے گستاخی کا سلسلہ کوئی نیا نہیں، خود عہد نبوی میں دربار نبوت کی بے حرمتی کے واقعات پیش آئے اور آپ کی ناموس پر کٹ مرنے والی پاکیزہ ہستیوں نے ان دریدہ دہن بدبختوں کو اپنے انجام تک پہنچایا ہے:

☆......ایک نابینا صحابی کی باندی حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی، وہ ایک رات اٹھے اور تلوار سے اس باندی کا پیٹ چاک کر کے اس کو قتل کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو فرمایا کہ اس کا خون ہدر اور رائیگاں ہے۔

(بلوغ المرام فی احادیث الاحکام، ص:۱۲۳)

☆......کعب بن اشرف مشہور یہودی رئیس تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا اور ہجویہ اشعار کہتا، حضرت محمد بن مسلمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر جا کر اس کا کام تمام کیا......(صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم:۴۰۳۷)

☆......مدینہ منورہ میں ابوعفک نامی ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں ہجویہ نظم لکھی، حضرت سالم بن عمیرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر جا کر اسے قتل کیا......(سیرۃ ابن ہشام:۴/۲۸۲)

☆......فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان کر دیا گیا تھا، لیکن شاتم رسول ابن خطل کو معافی نہیں دی گئی، اس نے خانہ کعبہ کا پردہ پکڑا تھا اور اسی حالت میں اسے قتل کیا گیا، ابن خطل کی دو لونڈیوں کا خون بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رائیگاں قرار دیا تھا کیونکہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجویہ اشعار گایا کرتی تھیں۔

(الکامل لابن اثیر:۲/۱۶۹، صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم:۴۰۳۵)

☆......عصماء بنت مروان شاعرہ تھی اور قبیلہ بنوامیہ سے اس کا تعلق تھا، اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی کی، حضرت عمیر بن عدیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر جا کر اس کو قتل کیا۔

(سیرت ابن ہشام، جلد:۴، صفحہ ۲۸۳)

(۳)......**توہین رسالت کی سزا:** عہد نبوی کے ان واقعات سے ایک بات بالکل بے غبار ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ

"توہین رسالت" کا جرم ایسا نہیں جس سے چشم پوشی کی جائے یا اس سے درگزر کیا جائے، چنانچہ تمام ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ توہین رسالت کا مجرم واجب القتل ہے...... علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: "حاصل یہ ہے کہ شاتم رسول کے کفر اور اس کے قتل کے درست ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یہی ائمہ اربعہ سے منقول ہے۔" (جلد۴، صفحہ:۶۴)

فقہ حنفی کی مشہور شخصیت امام سرخسی رحمہ اللہ شاتم رسول کے قتل پر اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شتم کیا، آپ کی توہین کی، دینی یا شخصی اعتبار سے آپ پر عیب لگایا، آپ کی صفات میں کسی صفت پر نکتہ چینی کی تو چاہے یہ شاتم رسول مسلمان ہو یا غیر مسلم، یہودی ہو یا عیسائی یا غیر اہل کتاب، ذمی ہو یا حربی، خواہ یہ شتم واہانت عمداً ہو یا سہواً، سنجیدگی سے ہو یا بطور مذاق، وہ دائمی طور پر کافر ہوا، اس طرح پر کہ اگر وہ توبہ بھی کرلے تو اس کی توبہ نہ عنداللہ قبول ہوگی نہ عندالناس اور شریعت مطہرہ میں متاخر ومتقدم تمام مجتہدین کے نزدیک اس کی سزا اجماعاً قتل ہے۔" (خلاصۃ الفتاویٰ:۳/۲۸۶)

بعض مغرب زدہ مسلمان دانشوروں نے "تنقید اور توہین" کا شوشہ چھوڑ کر اس بات پر جوز ور دیا ہے کہ مسلمان کو تنقید اور توہین کا فرق ملحوظ رکھنا چاہئے، منصب نبوت ہر قسم کی تنقید سے بلند ہے، انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہیں، منصب نبوت کی طرف کسی قسم کی انگشت نمائی یا تنقید "توہین رسالت" ہی کے زمرے میں آتی ہے، امت کے جلیل القدر علماء نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، یہ دانشور اگر ان کتابوں کا بغور مطالعہ کرلیں تو انہیں مستشرقین کے دائرہ اثر سے نکلنے کا موقع مل جائے گا، علامہ تقی الدین سبکی کی کتاب "السیف المسلول علی من سب الرسول" علامہ ابن الطلاع اندلسی کی تالیف "اقضیة الرسول" مشہور حنفی عالم، علامہ زین العابدین شامی کی "تنبیه الولاة والحكام على أحكام شاتم خير الأنام......" اور علامہ ابن تیمیہ کی شہرہ آفاق تصنیف "الصارم المسلول على شاتم الرسول" ...... اس موضوع پر ایسی کتابیں ہیں جنہوں نے کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا اور سب اس پر متفق ہیں کہ بارگاہ رسالت میں کسی بھی قسم کی تنقید کی سزا موت اور قتل ہے۔

چنانچہ جب اسلام اور مسلمانوں کا غلبہ تھا اور مسلمانوں کی عدالتیں دشمنوں کے دباؤ سے آزاد تھیں، تب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا تو مجرم موت کی سزا پا کر کیفر کردار تک پہنچ جاتا بلکہ نویں صدی کے وسط میں اندلس کے اندر "شاتمین رسول" نے ایک جماعت کی شکل اختیار کرلی تھی لیکن مسلمان قاضیوں نے کوئی نرمی نہیں برتی اور اس کیس کے ہر مجرم کو سزائے موت دی۔ یولوجیس نامی عیسائی اس گروہ کا سربراہ تھا اور اس کی سزائے موت کے ساتھ ہی مسلم ہسپانیہ میں اس بدبخت جماعت کا خاتمہ ہوا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے، تاریخ ہسپانیہ:۱/۲۰۰)

(۴)......**عیسائی دنیا کی اسلام دشمنی:** عیسائی دنیا کے ساتھ عالم اسلام کے تصادم کی بڑی طویل تاریخ ہے اور باہمی دشمنی کی جڑیں صدیوں پر محیط ہیں، عیسائی پادریوں کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں کے خلاف ان کے پروپیگنڈے کا خود

عیسائی مؤرخین نے اعتراف کیا ہے۔ مشہور مورخ ڈوزی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

''سب سے بڑھ کر پادری تھے جو شدید پیچ و تاب کھاتے تھے۔ جبلی طور پر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو کاروں سے نفرت کرتے تھے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے تعلیمات کے بارے میں وہ انتہائی باطل نظریات رکھتے تھے یا جس طرح وہ عربوں کے درمیان رہتے تھے تو ان کے لئے اس سے زیادہ کوئی چیز آسان نہ تھی کہ وہ ان معاملات میں سچائی سے آگہی حاصل کرتے، لیکن انہوں نے اڑیل انداز سے، سرچشمہ کے اس قدر قریب ہونے کے باوجود اس حصول آگہی سے انکار کرتے ہوئے مکہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہر قسم کے مضحکہ خیز افسانے پر اعتبار کرنے اور اس کی تشہیر کرنے کو ترجیح دی، خواہ ایسے افسانے کا ماخذ کچھ بھی نہ ہو۔'' (ہسپانوی اسلام، صفحہ: ۲۶۸)

اور جے جے سانڈرس لکھتا ہے:

''اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو عیسائیوں نے کبھی بھی ہمدردی اور التفات کی نظر سے نہیں دیکھا جن کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شفیق اور معصوم ہستی ہی آئیڈیل رہی ہے۔ عیسائیت کو اسلام سے پہنچنے والے نقصانات اور پروپیگنڈا جو صلیبی جنگوں کے دور میں پھیلایا گیا، غیر جانبدارانہ رائے کے لئے مدد و معاون نہ تھے اور اس وقت سے لے کر تقریباً آج تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو متنازعہ لٹریچر میں پیش کیا گیا ہے۔ بے ہودہ کہانیاں پھیلائی گئیں اور طویل عرصے تک ان پر یقین کیا جاتا رہا ہے۔''

(عہد وسطیٰ کے اسلام کی تاریخ...... صفحہ: ۳۴-۳۵)

ڈبلیو منٹگمری واٹ اپنی کتاب ''اسلام کیا ہے؟'' میں رقمطراز ہے:

''مشکل یہ ہے کہ ہم اس گہرے تعصب کے وارث ہیں، جس کی جڑیں قرون وسطیٰ کے جنگی پروپیگنڈے میں پیوست ہیں۔ اب اس کا وسیع پیمانے پر اعتراف کیا جانا چاہئے۔ تقریباً آٹھویں صدی عیسوی سے عیسائی یورپ نے اسلام کو اپنا عظیم دشمن سمجھنا شروع کیا جو عسکری اور روحانی حلقہ اثر میں اس کے لئے خطرہ تھا۔ اسی مہلک خوف کے زیر اثر عیسائی دنیا نے اپنے اعتقاد کو سہارا دینے کے لئے اپنے دشمن کو ممکنہ حد تک انتہائی ناپسندیدہ نظر سے پیش کیا۔ حتیٰ کہ بیسویں صدی کے دوسرے نصف میں بھی ان کے کچھ اثرات باقی ہیں۔'' (اسلام کیا ہے، صفحہ: ۲۰۱)

اور ایک جگہ ڈاکٹر واٹ اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ:

''اسلام کے بارے میں ہمارا رویہ مجموعی طور پر غیر جانبدارانہ نہیں ہے۔ کسی حد تک اب بھی ہم عہد وسطیٰ کے جنگی پروپیگنڈے کے زیر اثر ہیں۔''

ان اقتباسات کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے ساتھ عیسائی دنیا کی دشمنی اسے توہین رسالت کے جرم پر

وقتاً فوقتاً آمادہ کرتی رہی ہے اور گزشتہ دو تین صدیوں سے ''آزادئ اظہار رائے'' کی جو مسموم ہوا یورپ میں چل پڑی ہے، اس ناقابل معافی جرم کو بھی وہ اس کے بھینٹ چڑھانے کی سعی کر رہی ہے، پاکستان میں قابل فہم طور پر ایک اسلامی ریاست ہونے کے ناطے ''توہین رسالت'' کی سزا موت ہے، مغربی ممالک نے اس قانون کے خلاف بڑا واویلا مچایا اور اسے ''آزادی'' کے خلاف قرار دے کر مختلف حکومتوں پر یہ قوتیں دباؤ ڈالتی رہیں لیکن الحمدللہ یہاں کی عوامی قوت کے خوف سے کوئی حکومت اب تک اس میں تبدیلی نہیں کر سکی ہے۔

ایک مشہور بیوروکریٹ اور ادیب قدرت اللہ شہاب نے اس سلسلے میں مسلمانوں کے جذبات کا تجزیہ کرتے ہوئے کافی حد تک صحیح لکھا ہے کہ:

''رسول خدا کے متعلق اگر کوئی بدزبانی کرے تو لوگ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ تو مرنے کی بازی لگا بیٹھتے ہیں، اس میں اچھے، نیم اچھے، بُرے مسلمان کی بالکل کوئی تخصیص نہیں، بلکہ تجزیہ تو اسی کا شاہد ہے کہ جن لوگوں نے ناموس رسالت پر اپنی جان عزیز کو قربان کر دیا، ظاہری طور پر نہ تو وہ علم و فضل میں نمایاں تھے اور نہ زہد و تقویٰ میں ممتاز تھے، ایک عام مسلمان کا شعور اور لاشعور جس شدت اور دیوانگی کے ساتھ شانِ رسالت کے حق میں مضطرب ہوتا ہے، اس کی بنیاد عقیدہ سے زیادہ عقیدت پر مبنی ہے، خواص میں یہ عقیدت ایک جذبہ اور عوام میں ایک جنون کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔''

ایک عام مسلمان کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبت کا یہ عالم ہے کہ وہ ناموس رسالت پر کٹ مرنے کو اپنے لئے مایہ فخر سمجھتا ہے اور مولانا محمد علی جوہر کی ایمانی غیرت و حمیت کے یہ الفاظ تقریباً ہر مسلمان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں:

''جہاں تک خود میرا تعلق ہے، مجھے نہ قانون کی ضرورت ہے نہ عدالتوں کی حاجت، اگر کوئی ہندوستانی اس قدر شقی القلب ہے کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے ان میں سب سے اشرف نبی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم اور باعثِ تکوین دو عالم جو تقدس میرے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، اس کا اتنا پاس بھی نہیں کرتا کہ اس برگزیدہ ہستی کی توہین کر کے میرے قلب کو چور چور کرنے سے احتراز کرے..... تو مجھ سے جہاں تک صبر ہو سکے گا، صبر کروں گا، جب صبر کا جام لبریز ہو جائے گا تو اٹھوں گا اور یا تو اس گندہ دل، گندہ دماغ، گندہ دہن کافر کی جان لے لوں گا یا اپنی جان اس کی کوشش میں کھو دوں گا۔'' (مولانا محمد علی جوہر، آپ بیتی اور فکری مقالات، صفحہ:۲۳۲)

جب کہیں مسلمان خود اقلیت میں ہو گئے یا مسلمانوں کی عدالتیں غیروں کے دباؤ میں آ گئیں اور وہاں توہین رسالت کے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے انصاف کے راستوں میں رکاوٹیں پیش آنے لگیں، تب سے عام مسلمانوں نے کسی قانون اور عدالت کی پرواہ نہیں کی، غازی علیم الدین شہید سے لے کر عامر چیمہ شہید تک ناموس رسالت پر کٹ

مرنے والے سعادت مندوں نے خود کو فنا کر کے دوام حاصل کیا۔

جہاں تک آزادی یا آزادیٔ اظہار رائے کا تعلق ہے تو دنیا کے کسی بھی دستور میں ''آزادیٔ مطلق'' کا حق نہیں دیا گیا، یہاں سیکولر ہونے کے دعویٰ دار اور چند معروف دستوروں کے حوالے دیئے جاتے ہیں:

سب سے پہلے فرانس کو لے لیں جہاں کے اخبارات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اہانت آمیز خاکے شائع کیے ہیں اور اسے ''آزادیٔ اظہار رائے'' کا اپنا حق قرار دیا ہے، اس کے آرٹیکل نمبر ا میں کہا گیا ہے: ''انسان آزاد پیدا ہوا ہے اور آزاد رہے گا اور سب کو مساوی حقوق حاصل ہوں گے، لیکن سماجی حیثیت کا تعلق مفاد عامہ کے پیش نظر کیا جائے گا۔''

اور آرٹیکل نمبر ۴ میں کہا گیا ہے: ''آزادی کا حق اس حد تک تسلیم کیا جائے گا جب تک کہ اس سے کسی دوسرے شخص کا حق متاثر یا مجروح نہ ہو اور ان حقوق کا تعین بھی قانون کے ذریعہ کیا جائے گا۔''

جرمنی کے آئین کے آرٹیکل نمبر ۵ میں کہا گیا ہے: ''ہر شخص کو تحریر، تقریر اور اظہار خیال کی آزادی کا حق حاصل ہے۔'' مگر اس کے ذیلی آرٹیکل نمبر ۲ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ حقوق شخصی عزت و تکریم کے دائروں میں رہتے ہوئے استعمال کیے جا سکیں گے۔

امریکی دستور میں بھی مطلق آزادی کا کوئی تصور نہیں، امریکن سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق دستور میں ایسی تحریر اور تقریر کی اجازت نہیں جو عوام میں اشتعال انگیز یا امن عامہ میں خلل اندازی کا سبب بنے یا اس سے اخلاقی بگاڑ پیدا ہو، ریاست کو ایسی آزادی سلب کرنے کا اختیار دیا گیا، اسی طرح آزادیٔ مذہب کے نام پر توہین مسیح کے ارتکاب کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ (امریکن سپریم کورٹ کے اس فیصلے کی تفصیل محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے اپنی کتاب ''ناموس رسالت اور توہین رسالت'' کے باب پنجم میں لکھی ہے)

یہی حال برطانیہ کا ہے، وہاں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا برطانیہ کی ملکہ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کی اجازت نہیں، وہاں ہائیڈ پارک میں ''اسپیکر کارنر'' کے نام سے ایک گوشہ مختص ہے جہاں مخصوص اوقات میں ہر شخص کو جو جی میں آئے کہنے یا بکنے کی چھوٹ دی گئی ہے، لیکن یہاں بھی کسی کو یہ اجازت نہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرے یا ملکہ کی شان میں گستاخی کرے۔

جب خود ان قوموں کے دساتیر میں ''آزادیٔ اظہار رائے'' کو مشروط کیا گیا کہ اس کی اسی وقت اجازت ہے جب وہ کسی کے حق اور جذبات مجروح کرنے کا ذریعہ نہ بنے، ایسے میں قانونی حوالے سے اس کا جواز کیونکر ہو سکتا ہے کہ کائنات کی سب سے بزرگ ہستی کی توہین کی جائے، جو دنیا کے مختلف خطوں میں رہنے والے اربوں مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کا ذریعہ بنتی ہے!!

حقیقت یہ ہے کہ ناموس رسالت پر حملوں کے اس طرح کے افسوس ناک واقعات، عیسائی دنیا کی اس پرانی اسلام

دشمنی کا نتیجہ ہیں جو صدیوں سے قائم ہے اور قرب قیامت تک قائم رہے گی، پیغمبر اسلام اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ، اس کے متعصبانہ خمیر میں شامل ہے اور اس کے لئے انہوں نے بڑے بڑے ادارے قائم کئے جن کے تحت ہزاروں افراد کام کررہے ہیں، یہ لوگ صدیوں سے اسلام کے قلعے پر علمی، عملی اور سائنسی محاذوں سے حملہ آور ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ اس قلعے میں شگاف پڑے، انہیں معلوم ہے کہ دین اسلام ہی ان کی ظاہری چمک دمک والی لیکن اندر سے کھوکھلی اور فرسودہ تہذیب کو کارزار حیات میں شکست و ریخت سے دوچار کرکے مٹا سکتا ہے کہ وہی ایک زندہ جاوید اور قیامت تک رہنے والا دین برحق ہے...... ﴿یُریدون لیُطفئوا نور اللّٰہ واللّٰہ متمّ نورہ ولو کرہ الکفرون﴾

(۵)...... پاکستان میں توہین رسالت کا قانون اور پس منظر: پاکستان، اسلام کے نام پر بننے والا ملک ہے جس کی پہچان اور دنیا کے نقشے پر جس کے وجود میں آنے کا جواز اسلام اور اس کی تعلیمات کا عملی نفاذ تھا، برصغیر میں ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے بڑی ایمان افروز تحریکیں چلی ہیں اور خواجہ بطحا صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس پر جانیں قربان کرنے کی لہو رنگ تاریخ مرتب ہوئی ہے، عام مسلمانوں نے جب بھی دیکھا کہ توہین رسالت کے مجرم کو قانون گنجائش فراہم کررہا ہے اور انصاف پر قانون کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی ہے تب مسلمانوں نے انصاف خود اپنے ہاتھوں میں لیا ہے، انہوں نے پھر کسی قانون، کسی کالے ضابطے کی پرواہ نہیں کی۔ انیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں راجپال نامی بدبخت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی پر مشتمل ایک کتاب ''رنگیلا رسول'' کے نام سے لکھی تھی، انگریز کا قانون نافذ تھا، مسلمان بجا طور پر مشتعل تھے، دفعہ ۱۴۴ نافذ کردیا گیا تھا اور کسی قسم کے جلسے اور اجتماع کی اجازت نہیں تھی، اس موقع پر خطیب الہند، حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے جو تقریر کی اس سے مسلمانوں کے جذبات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، انہوں نے فرمایا:

''جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے، ناموس رسالت پر حملہ کرنے والے چین سے نہیں رہ سکتے، پولیس جھوٹی، حکومت کوڑھی اور ڈپٹی کمشنر نااہل ہے اور ہندو اخبارات کی ہرزہ سرائی تو روک نہیں سکتا لیکن علمائے کرام کی تقریریں روکنا چاہتا ہے، وقت آگیا ہے کہ دفعہ ۱۴۴ کے یہیں پرخچے اڑا دیئے جائیں۔ میں دفعہ ۱۴۴ کو اپنے جوتے کی نوک تلے مسل کر بتادوں گا۔

بڑا فلک کو دل جلوں سے کام نہیں جلا کے راکھ نہ کردوں تو داغ نام نہیں''

راجپال کو غازی علم دین نے حملہ کرکے ٹھکانے لگایا اور یوں جس انصاف کو فراہم کرنے میں عدالت پس پشت سے کام لیتی رہی، ایک عام مسلمان نے بڑھ کر قانون اپنے ہاتھ میں لیا اور مجرم کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

انگریز دور حکومت میں مجموعہ تعزیرات ہند نافذ تھا جس کے دفعہ ۲۹۵ میں مذہبی محترم شخصیات اور مقدس مقامات کی بے حرمتی اور توہین کی سزا زیادہ سے زیادہ دو سال قید اور جرمانہ تھی، پاکستان بننے کے بعد اس مجموعہ کو ضابطہ تعزیرات

پاکستان کے طور پر تسلیم کرلیا گیا لیکن اس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے جرم اور اس کی سزا شامل نہیں تھی۔ ۱۹۸۶ء میں تعزیرات پاکستان میں ایک نئی دفعہ ''۲۹۵، سی'' کا اضافہ کیا گیا جس میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے مجرم کو عمر قید یا موت کی سزا مقرر کی گئی، ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں وفاقی شرعی عدالت نے ''عمر قید'' کی سزا کو غیر شرعی قرار دے کر منسوخ کر دیا اور صرف موت کی سزا کو برقرار رکھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

''جو شخص بذریعہ الفاظ زبانی تحریری یا اعلانیہ اشارتاً کنایتاً بہتان تراشی کرے، یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام کی بے حرمتی کرے، اسے سزائے موت دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔''

مغرب اور حقوق انسانی کی نام نہاد تنظیموں نے اس قانون کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ کیا اور مختلف حکومتوں پر اس میں ترمیم اور تخفیف کرنے کے لیے دباؤ ڈالا جاتا رہا، بعض حکمران اس میں ترمیم کے لئے آمادہ بھی ہوئے لیکن عوامی طاقت کے خوف سے وہ اس میں تبدیلی نہیں کر سکے...... اس سلسلے میں ختم نبوت سے وابستہ علماء اور مخلص کارکنوں کا کردار قابل رشک رہا، انہوں نے جہاں کہیں، اس طرح کی سازش کی بو محسوس کی، عوام میں بیداری کے لئے ''ہشیار باش'' کی صدا لگائی اور لوگوں کو بروقت جگانے کا فریضہ انجام دیتے رہے اور ایک مؤمن کے لئے اس سے بڑھ کر اور سعادت کیا ہوسکتی ہے کہ اس کے وقت، اس کے مال، اس کی فکر اور اس کی مساعی کا محور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کا تحفظ ہو، مبارک ہیں ایسے لوگ! اور قابل رشک ہیں ان کی زندگی کے لمحات!

(۶)...... آخری بات: جہاں تک مغرب اور کفریہ طاقتوں سے دلائل کی روشنی میں مکالمے کا تعلق ہے، یہ بات اپنی جگہ بے غبار ہے کہ ان کا رویہ عناد اور دشمنی پر مبنی ہے اور ایک عناد اور کینہ رکھنے والا دشمن، دلائل سے کبھی متاثر نہیں ہوتا، اس کے پاس اگر طاقت ہوتی ہے تو دلائل کا ٹکسال بھی اس کا اپنا ہوتا ہے اور خیر وشر کے پیمانے بھی وہ خود بناتا اور بگاڑتا ہے...... ہاں اہل اسلام کا یہ فریضہ ضرور ہے کہ وہ انسانیت کی ابدی صداقتوں کی روشنی میں حق اور حقیقت کو اجاگر کریں، خیر وشر اور نیکی اور بدی کے صحیح پیمانوں کا تعارف کرائیں اور داعیانہ اسلوب میں واضح کریں کہ کائنات کی مقدس ترین ہستی کی شان میں گستاخی صرف مسلمانوں کے جذبات مجروح ہونے کا سبب نہیں بلکہ یہ اہانت آمیز رویہ اختیار کرنے والی ان قوموں کے لئے دنیا اور آخرت کی بربادی اور تباہی کا ذریعہ بھی ہے، قرآن کریم نے ا سۓ بلیغ اسلوبِ بیان میں جگہ جگہ اس کا ذکر کیا ہے، ارشاد ہے:

﴿ولقد استُهزئ برسل من قبلك فحاق بالذين سخروا منهم ما كانوا. (الانعام: ۱۰)

''اور بلاشبہ آپ سے پہلے رسولوں سے بھی ہنسی کرتے رہے، پھر گھیر لیا، ان ہنسی کر۔ ز جس پر ہنسا کرتے تھے''، یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ استہزاء کرتے تو انبیاء ان کو عذاب۔ عذاب کا بھی تمسخر اڑاتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی عذاب میں مبتلا کیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوطرح سے تسلی دی گئی ہے، ایک تو انبیاء سابقین کے ساتھ بھی کفار کے استہزاء کا ذکر کیا گیا، اور بتایا گیا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ آپ سے پہلے بھی انبیاء کو ان حالات سے دو چار ہونا پڑا ہے لہٰذا آپ کفار کی تمسخر آمیز فرمائشوں سے دل گیر نہ ہوں، برابر اپنے دعوتی پروگرام کو آگے بڑھاتے رہئے اور آیت کے دوسرے حصے میں بتایا کہ ایسے بدبخت اور موذی لوگوں سے متعلق سنت اللہ بھی یہ رہی ہے کہ ان کو کچھ مہلت دینے کے بعد بالآخر دنیا ہی میں عذاب الٰہی سے دو چار ہونا پڑا ہے اور اپنے انجام بد کو وہ پہنچے ہیں، مفسرین نے لکھا ہے کہ کفار میں سے جو لوگ آپ کا زیادہ مذاق اڑایا کرتے تھے ان میں ولید بن مغیرہ، عاصم بن وائل، اسود بن عبد المطلب، اسود بن عبد الیغوث اور حارث بن قیس پیش پیش تھے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں تشریف فرما تھے کہ جبرئیل امین تشریف لائے اور ان پانچوں میں سے ہر ایک کے مختلف اعضاء کی طرف اشارہ کیا جو ان کی ہلاکت کا سبب بنا۔

ایک دوسری آیت کریمہ میں ارشاد ہے: ﴿ولقد استهزئ برسل من قبلك فأمليت للذين كفروا ثم أخذتهم فكيف كان عقاب﴾ (الرعد:۳۲)

”اور بہت سے پیغمبر آپ سے پہلے گزر چکے ہیں بلاشبہ ان کا مذاق اڑایا گیا، میں نے ان کو مہلت دی، پھر ان کو پکڑ لیا، سو ان کا عذاب کس قدر دردناک تھا!“

اس لئے فخر موجودات حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے، انسانیت کے مجرموں پر اس حقیقت کو بار بار واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کا احترام، ان کی دنیوی اور اخروی تباہی اور بربادی کا ذریعہ ہے، اللہ کے ہاں دیر ہے، اندھیر نہیں، اس کی پکڑ آئے گی اور ضرور آئے گی، پس اقوام و مال کی تباہی کی تاریخ سے ہے کوئی عبرت حاصل کرنے والا!!

☆......☆......☆

حضرت حاجی صاحبؒ سب سے خدمت لیتے تھے مگر عالم، سید، اور بوڑھے سے خدمت نہ لیتے تھے ان صفات کا خاص ادب فرماتے تھے، ہر چیز کے لیے ان کے یہاں میزان عدل ہوتی تھی، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت عالم افضل ہے یا سید؟ فرمایا کہ ایک بات تو ہم جانتے ہیں کہ ایک جاہل سید ہم کو لا کر دے دو دس سال کے بعد عالم بنا کر تم کو دے دیں گے اور ہم تم کو ایک غیر سید دیتے ہیں تم بیس برس میں اس کو سید تو بنا دینا، اتنا فرق تو ہم کو معلوم ہے۔ عجیب جواب ہے نہ سید کی بے ادبی ہوئی نہ عالم کی، شاہ صاحب کے اکثر ایسے ہی جواب ہوتے تھے۔

(ملفوظات حکیم الامت:۲۲۴/۵)